سلسلہ کا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

الحکم
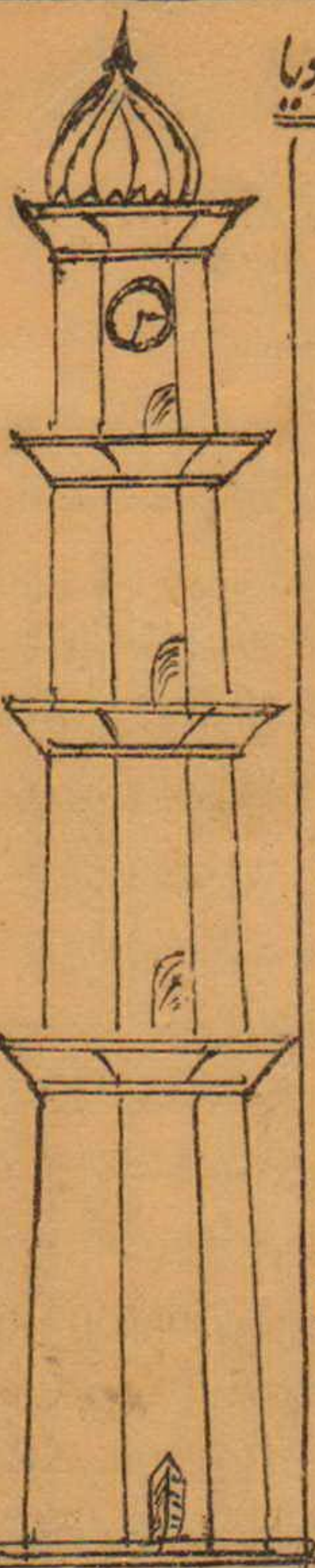
قادیان

دور جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہفتہ وار

ممالک غیر ۱۲ روپے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ر

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسؤل: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۱ — مؤرخہ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء یوم دوشنبہ — نمبر ۶

شانِ مسیحائی

نتیجہ فکر جناب صاحبزادہ ابو الحسن صاحب قدسی

مسیح وقت موعود امم ہے۔
ہوا نازل پئے اصلاح دنیا۔
مریضوں کو سناؤ مژدہ جا کر۔
مسلمانو! پڑے غفلت میں کیوں ہو۔
اٹھو منزل تمہاری ہے بہت دور
مسیحائی کے بنو دشمن نہ لوگو!
لگائے بیٹھے ہو دنیا سے کیوں دل۔
ہدایت کے ہوئے سامان پیدا۔
ہوا پھر گلشن اسلام شاداب۔
تماشا آکے یاں قدرت کا دیکھو۔
مقابل پر خدا کے انبیاء کے
دم تحریر شیطان لعین کو۔
صداقت ترجماں ہے تیری ہر بات
صدا نے کی تری تائید ہر آن۔
زباں میں شمع حق جلتی رہے گی۔
یہ ساقیٔ کوثر ہے قدسی

مذاہب کے لئے عدل و حکم ہے۔
سپہر دین کا ماہ اتم ہے۔
مسیحا آگیا حق کی قسم ہے
تمہارا کس طرف جاتا قدم ہے۔
کرو جلدی خدارا وقت کم ہے۔
ذرا سوچو یہ بات ازبس اہم ہے
جسے تریاق سمجھے ہو وہ سم ہے
خدا کا خاص یہ فضل و کرم ہے
بہار باغ دیں داغ ارم ہے
زمیں قادیاں گویا حرم ہے
شریروں کی شرارت کالعدم ہے
مسیحا! تیرا دم تیغ دو دم ہے
حقیقت آشنا تیرا قلم ہے
عدو کا شرم سے سر آج خم ہے
کسی کی پھونک سے کیا اس کو غم ہے
کہ میرا جام رشک جام جم ہے

۷ مارچ کے الحکم میں کیا ہوگا؟

(۱) سیرت مہدی کا ایک ورق
(۲) مکتوبات احمدیہ کا ایک مکتوب مبارک فوٹو بلاک میں
(۳) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نایاب اور اچھوتی تحریر۔
(۴) صحابہ رضی اللہ عنہم مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے نمونے

اس کے علاوہ اور کئی لطیف اور اعلیٰ مضمون ہوں گے حضور کے مکتوب گرامی والے فوٹو۔ اور نایاب تحریروں والے پرچے صرف خریداروں کو ہی بھیجے جائیں گے۔ اور الگ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کئے جائیں گے۔ اگر آپ ان جواہرات کے اب تک خریدار نہیں بن سکے تو وقت ضائع نہ کریں۔ اور فوراً خریدار بن جائیے۔ خریداری کے لئے پانچ روپیہ سالانہ قیمت پیشگی آنی ضروری ہے۔ جو لوگ یکمشت قیمت ادا نہیں کر سکتے وہ ؏۲ چھ ماہ کی قیمت ادا کرکے چھ ماہ کے لئے خریدار بن سکتے ہیں

مینجر اخبار الحکم

میرزا سعید احمد صاحب کی تدفین

۱۳ فروری ۱۹۳۸ء کو سوا آٹھ بجے رات کی گاڑی سے میرزا سعید احمد صاحب کی لاش لنڈن سے قادیان پہنچی۔ گاڑی پر خاندان نبوت کے سوا اور بھی بہت سے احباب موجود تھے۔ اور تابوت کو جو بہت بھاری تھا۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب۔ اور حضرت میرزا شریف احمد صاحب نے اتارنے کا انتظام کیا۔ جسے اتار کر اسوقت اسٹیشن پر ہی رہنے دیا۔

اس رات بارش کثرت سے ہوئی۔ اس لئے تابوت بذریعہ لاری شہر میں لایا گیا (اگرچہ اسٹیشن پر سینکڑوں کی تعداد میں دوست پہنچے ہوئے تھے) تابوت کو دفتر الفضل کے قریب اتار کر میرزا عزیز احمد صاحب کے مکان کے صحن میں رکھا گیا۔ جہاں مستورات نے مرحوم کا چہرہ دیکھا۔ پونے دس بجے تابوت مدرسہ احمدیہ کے صحن میں لایا گیا۔ جہاں تقریباً ڈیڑھ دو ہزار کے مجمع نے حضرت امیرالمومنین کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ نماز کے بعد سب احباب کو مرحوم کا چہرہ دکھایا گیا۔

چہرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم میٹھی نیند سو رہا ہے اس کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے اور تمام ممبران خاندان نبوت نے تابوت کو کندھا دیا۔ اور ایک بجے کے قریب قادیان دارالامان کی زمین میں بچوں والے قبرستان میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ آخر وقت تک وہاں رہے۔ اور تمام احباب سمیت وہاں دعا فرما کر واپس آئے۔

اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب انبالہ سے تشریف لائے۔ اور جماعت قصور کے احباب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

الغرض

وہ پیارا نوجوان جسے یہ فخر تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ اور جو قوم و جماعت کی بہت سی امیدیں اپنے ساتھ وابستہ رکھتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ۱۳ فروری کو ایک بجے کے قریب ہماری آنکھوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گیا۔

صحابہ مسیح موعودؑ کی تحریروں کے نمونے

حضرت مخدوم الملت مولینا عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تاریخی خط

۲۱ دسمبر

[illegible]

نصف صدی قبل کے قادیان کا ایک نظارہ

طباعت کی دشواریاں

(نمبر ۲)

مَیں نے گذشتہ نمبر میں ان مشکلات کا تذکرہ کیا تھا جو آج سے پچاس سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش آتی رہیں۔ اور جن مشکلات میں حضورؑ کی ابتدائی کتب طبع ہوئیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ کی طباعت میں بھی یہی مشکلات تھیں۔ ان مشکلات کا تذکرہ حضورؑ ایک مکتوب میں یوں فرماتے ہیں:۔

خط آمدہ مطبع ریاض ہند سے معلوم ہوا ہے کہ حال طبع کتاب کا بہتر ہو رہا ہے۔ اگر اسکا جلدی سے تدارک نہ کیا جائے تو کاپیاں جو ایک عرصہ سے لکھی ہوئی ہیں خراب ہو جائیں گی۔ بات یہ ہے کہ کاپیوں کے چھ سات جز مطبع ریاض ہند سے بباعث کم استطاعتی مطبع چشمہ نور میں دی گئی تھیں۔ اور چشمہ نور نے وعدہ کیا تھا کہ ان کاپیوں کو جلد چھاپ دیں گے۔ اور قبل اس کے کہ پرانی اور خراب نہ ہوں چھپ جائیں گی۔ سو خط آمدہ مطبع ریاض ہند سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کاپیاں ابتک نہیں چھپیں اور خراب ہو گئیں ہیں۔ کیونکہ ان کے لکھے جانے پر عرصہ دراز گزر گیا ہے۔ ناچار اس بندوبست کے لئے کچھ دن امرتسر ٹھہرنا پڑے گا۔ (مکتوب بنام میر عباس علی)

اس قسم کے مخمصوں سے بچنے کیلئے بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی پریس کو قادیان منگوا لیا کرتے تھے۔ اور اسکے یہاں لانے اور لیجانے کے اخراجات بھی ادا کرتے تھے۔ اور کبھی پریس والے قادیان کے سفر کی دقت سے بچنے کے لئے باوجود اس یقین کے کہ انپر اخراجات سفر کا بار نہ ہوگا۔ پریس لانے سے انکار کر دیتے تھے جیسے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں

"کل میاں نور احمد نے صاف جواب بھیجا ہے۔ کہ مجھے قادیان میں مطبع لانا منظور نہیں۔" مکتوب ۶ اگست۔

حضور ان مشکلات سے تنگ آ گئے۔ اس لئے کہ جس سرعت سے حضورؑ نشر و اشاعت کا کام کرنا چاہتے تھے وہ نہیں ہو سکتا۔ اور اسطرح اس مقصد عظیم کی تکمیل میں روک واقعہ ہوتی تھی جس کے لئے حضور مبعوث ہوئے تھے۔ تب آپ نے چاہا کہ قادیان کی اس چھوٹی سی بستی میں نشر و اشاعت کی تکمیل کے لئے **اپنا پریس** جاری کریں۔ حضورؑ نے اس کا بھی تذکرہ ایک مکتوب میں فرمایا ہے۔

"بوجہ چند در چند وجوہات کے دوسری جگہ کتابوں کے طبع کرانے سے میری طبیعت دق آ گئی ہے میرا ارادہ ہے کہ اپنا مطبع تیار کر کے کام سراج منیر اور دیگر رسائل کا شروع کرا دوں۔ اگر مطبع میں

کچھ خسارہ بھی ہوگا تو ان خساروں کی نسبت کم ہوگا۔ جو مجھے دوسرے لوگوں کے مطابع سے اٹھانے پڑتے ہیں۔

لیکن تخمینہ کیا گیا ہے کہ اس کام کے شروع کرانے میں نیرہ چودہ سو روپیہ خرچ آئیگا" مکتوب ۱۱ اسی ۱۸۸۷ء

آپ ان تمام مشکلات پر نظر ڈالئے اور غور کیجئے کہ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کو کیسی مشکلات اپنے کام کی تکمیل کے لئے صرف اپنا پریس نہ ہونے کی وجہ سے پیش آئیں۔ تب خدا کے اس پاک باز نے عزم کر لیا کہ ان مشکلات پر قابو حاصل کیا جائے۔

اور اس طرح ۱۸۸۷ء میں

اپنا پریس قائم کرنے کی تجویز ہوئی۔

یہ بیج کیسے بویا گیا۔ اور اس کی شاخیں کتنی لمبی ہوئیں اس کی تفصیل آئندہ نمبر میں پیش کر سکوں گا۔ جبکہ ان مشکل کے مقابل میں خدا کے فضل کا دوسرا رخ نظر آئے گا۔ —

چنانچہ اس رخ کے اظہار کے لئے اگلے نمبر میں موضوع کا عنوان یہ ہوگا۔

پچاس سال قبل قادیان کا اک نظارہ

اور

ہمارا پریس

سیرت المہدی کا ایک ورق

مولوی حکیم اللہ بخش صاحب دربان دار المسیح قادیان

(قسط سوم)

(۸)

حضرت مسیح موعود کے دو معجزے

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ اللہ بخش تم دیکھتے ہو۔ کہ اسوقت غیر ممالک میں قادیان کو کوئی جانتا نہیں کہ کہیں کوئی گاؤں قادیان بھی ہے۔ اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا۔ کہ قادیان میں کوئی غلام احمدؑ بھی ہے۔ ایک دن آئے گا کہ تو دیکھے گا۔ کہ قادیان میں کہاں کہاں سے لوگ آتے ہیں۔ اور قادیان کا نور کہاں کہاں تک مشہور ہوتا ہے۔ اور تو دیکھے گا۔ کہ غلام احمدؑ کی روشنی کی چمک کہاں تک چمکتی ہے۔ پس جیسے حضورؑ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔ اور دور دراز کے ملکوں میں قادیان کا نام شہرت پا گیا۔ بلکہ قادیان کی برکت سے لاہور امرتسر بٹالہ بھی مشہور ہو گئے۔

دوسرا معجزہ

حضورؑ نے چونکہ یہ فرمایا تھا کہ اللہ بخش تم دیکھو گے اس لئے دوسرا معجزہ میری اپنی ذات میں ظاہر ہوا۔ اور باوجود چند مہلک بیماریوں کے یہ خاکسار ستر پچھتر سال کی عمر تک پہنچا۔ اور خدا جانے کہانتک زندگی ہے۔ الغرض جو کچھ حضورؑ نے فرمایا تھا وہ دیکھا اور خوب دیکھا۔

(۹)

دو۲ سوال

ایک دفعہ میں نے سو۱۰۰ سوال لکھ کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کئے۔ جن میں سے دو بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔

سوال اول یہ تھا۔ بائیبل کی فصد میں تصدیق ہے کہ نشتر عمیق نہ لگائی جائے۔ اس لئے کہ اس کے نیچے شریان ہے۔ اگر شریان میں نشتر لگ جائے تو انسان جان سے مر جاتا ہے۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ جس کا بازو کاٹا گیا۔ وہ نہیں مرا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ کہ جس کا بازو کاٹا جاتا ہے۔ اس کو اسی وقت تل دیا جاتا ہے۔ اور خون نکلنے نہیں پاتا۔ اور بچ جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ تھا۔ کہ حنفی۔ مالکی۔ شافعی حنبلی وغیرہ ہر ایک قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہہ کر بات کرتے ہیں۔ پھر اختلاف کی کیا وجہ۔ فرمایا کہ۔ یہ دفتر قال رسول اللہ کا میرے پاس موجود ہے۔ آپ دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھو کہ مدعی یا مدعا علیہ کی بات سن کر اعتبار نہ کر لو۔ بلکہ دونوں فریق کے بیان ٹھیک طور پر تحقیق و تصدیق کر کے فیصلہ کیا کرو۔

(۱۰)

ایک اور سوال

میں نے ایک دفعہ سوال کیا کہ حضور لحم الخنزیر کو قرآن شریف نے حرام کر دیا۔ اگر کوئی شحم الخنزیر کو حرام نہ کہے تو اس کا کیا جواب ہے۔

فرمایا۔ لحم الخنزیر قرآن سے حرام ہے۔ اور شحم الخنزیر حدیث سے۔ بلکہ حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ سؤر کے جسم کا کوئی حصہ بھی ہو۔ تو مسلمانوں کو اس کے جسم سے فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اگر انگریزی صابن میں بھی سؤر کی چربی کی ملاوٹ ہو۔ تو اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۱۱)

ممانعت جہاد پر ایک سوال

میں نے عرض کی کہ کفار سے جہاد تو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ حضور نے براہین احمدیہ میں جہاد کو کیوں حرام لکھا ہے۔ حضور نے بڑے جوش سے فرمایا۔ قرآن میں تو لکھا ہے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ کیا تم کو یاد نہیں کہ تھوڑے دن پہلے سکھ مسلمانوں کو کہتے تھے او مسلیا آئے سور اٹھا۔ اگلے گاؤں پہنچا۔ بانگ پر ڈانگ اور مسجد کو مست گڑھ کہتے تھے۔ مگر اب اس حکومت کے زمانہ میں کس قدر امن اور راحت ہے۔ عدل کرتے ہیں۔ ہمارے مال و جان کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں کی جہالت ہے۔ جو انگریزوں سے جہاد اور دشمنی کو جائز سمجھتے ہیں۔ اول تو مسلمانوں میں طاقت ہی نہیں کہ ان کا مقابلہ کریں۔

نوٹ:۔ اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ بعینہٖ استعمال نہیں کئے گئے۔ بلکہ حضور کے الفاظ کا مفہوم اپنی زبان میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۱۲)

قادر بخش کا علاج

آپ کے والد صاحب فن طب میں بڑے ماہر اور شہرہ آفاق تھے۔ اگر آپ کی فن طبابت پر میں کچھ لکھنا چاہوں تو بہت سے اوراق لکھنے پڑیں گے۔ ایک شخص قادر بخش نامی ان کی شہرت سن کر دریائے بیاس کے دوسرے کنارے سے علاج کرانے کے لئے آیا۔ مگر یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؑ نے اس کے رہنے کے لئے مکان۔ دوا اور غذا کا انتظام کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ سے حضور اس کی شفا کے لئے دعا بھی کیا کرتے تھے۔ وہ شخص تندرست ہو کر بہت دیر یہاں رہا۔ ایک دن اس نے اذان کہی۔ جو بہت بلند آواز سے تھی۔ اور چونکہ وہ شخص خوش الحان بھی تھا۔ اس لئے حضور نے حکم دیا۔ کہ میاں قادر بخش پانچ وقت تم ہی اذان کہا کرو۔ اس کی اذان سے گرد و نواح کے مسلمان خوش ہوا کرتے تھے۔ اور ہندو اور سکھ ناراض ہوتے تھے۔ ایک دفعہ بعض سکھ آئے۔ اور انہوں نے اذان کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "کیا اذان آپ کو کوئی تکلیف دیتی ہے"۔ انہوں نے کہا کہ نہیں تکلیف تو نہیں دیتی۔ مگر اسے کہیں کہ اتنے زور سے اذان نہ دیا کرے آہستہ کہہ لیا کرے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ "جب تکلیف نہیں دیتی تو اگر اس سے بھی اونچی کہہ لے تو کوئی حرج نہیں"۔

(۱۳)

ایک لطیفہ

ایک دن قادر بخش کو دیکھ کر فرمایا کہ "اب تم خوب تندرست ہو"۔ اس نے کہا کہ حضور دیکھنے میں تو ایسا ہی نظر آتا ہے۔ مگر میرے بیچ تو کچھ نہیں۔ حضور نے ہنس کر فرمایا۔ "دیکھو اللہ بخش قادر بخش سچ کہتا ہے۔ واقعی اس میں لہو اور چربی کے سوا کچھ نہیں"۔

(۱۴)

ابتدائی زمانہ میں مسجد اقصےٰ کو لوگ مسجد مغلاں کہا کرتے تھے۔ اور نمازی صرف تین چار ہوا کرتے تھے۔ حضورؑ نے ابھی ان ایام میں دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ آپ کا ایک طریق یہ بھی تھا۔ کہ شام کے وقت گھر سے کھانا لاتے۔ اور نمازیوں کو دے کر فرماتے کہ یہ نمازیوں کے لئے ہے۔ لوگ اس کھانے کا ذکر سن کر آنے شروع ہو جاتے۔ مثلاً ۱۰ پھر ۲۰۔ ۳۰ پھر چالیس اور اسطرح مسجد بھر جاتی۔ اور جب لوگ کثرت سے آنے لگتے۔ تو پھر حضور کھانے کو بند کر دیتے اور جب کھانا بند ہو جاتا۔ تو لوگ آہستہ آہستہ آنے کم ہو جاتے۔ اور جب حضورؑ دیکھتے کہ ان کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو پھر اسی طرح سے کھانے کے سلسلہ کو

جاری کر دیتے۔ اور اسطرح سے لوگوں کو نمازی بناتے۔

(۱۵)

چھوٹی چھوٹی نکتہ چینی منع ہے

حضورؑ نے جب پہلے مسجد مبارک بنائی جس میں آٹھ کے قریب صفیں ہوتی تھیں۔ اور ہر صف پر چھ آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ میں نے عشاء کے وقت قطب ستارہ دیکھ کر عرض کی کہ حضور مسجد کا رخ عین سیدھا معلوم نہیں ہوتا ــــ فرمایا "ہمارا اسلام تنگ نہیں ہے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر نکتہ چینی منع ہے"۔

(۱۶)

مسئلہ ختم نبوت کا فہم

میں ابتدا سے حضور کا معتقد تھا۔ اور آپ کے احکام کی اطاعت کرتا تھا۔ اور کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ مگر بیعت کو ضروری خیال نہ کرتا تھا۔ اور یہی خیال تھا کہ پھر کر لوں گا۔ منشی جھنڈے خاں مرحوم مدرس۔ حکیم عبدالعزیز اور حکیم دین محمد صاحب یہ تینوں میرے شاگرد تھے۔ مگر ابتدا میں دہریت کی طرف ان کا رجحان تھا۔ کچھ میری تبلیغ کچھ قادیان آنے جانے کی تاثیر سے ہر دو حکیم تو بیعت کر گئے۔ مجھے بیعے حالی میں لوگ خلیفہ کہا کرتے تھے۔ ایک دن منشی جھنڈے خاں مرحوم کہنے لگے۔ کیوں خلیفہ جی آپ کی ہدایت کرنے سے یہ دونوں احمدی ہو گئے ہیں۔ اور ہم تم دونوں پیچھے رہ گئے۔ میں نے جو خوابیں دیکھی ہیں۔ اگر میں جلدی بیعت نہ کروں گا تو بد نصیب مروں گا چلو بیعت کریں۔ میں نے کہا میں نے ابھی بیعت نہیں کرنی انہوں نے کہا اگر نہیں کرنی تو نہ سہی۔ لیکن میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا چلتا ہوں۔ مگر مجھے بیعت کے لئے مجبور نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ میں مجبور نہیں کرتا۔ مگر آپ کو رکاوٹ کیا ہے۔ میں نے کہا ایک تو خاتم النبیین اور دوسرے من قبل موتہ تصدیق کرنے ہیں۔ منشی جھنڈے خاں نے کہا بہت اچھا چلو تو سہی۔ چنانچہ رات ہم قادیان آ رہے صبح کو فجر کی نماز کے بعد حضورؑ سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اور سیر موضع بٹر کی طرف تھی۔ حضور نے مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو مخاطب کر کے باتیں شروع کیں۔ منشی جھنڈے خاں بار بار مجھے اشارہ کرتے کہ اپنے سوال عرض کر کے اپنا مطلب حل کرا لو۔ میں نے کہا کہ خاموش رہو کہ ہمارا یہی مطلب حل ہو رہا ہے۔ حضورؑ فرما رہے تھے کہ:۔

میں غیر تشریعی نبی ہوں۔ میں مجازی نبی ہوں۔ میں بروزی نبی ہوں۔ میں طفیلی اور ظلی نبی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس میرے دل کے آئینے پر پڑ رہا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ مجھے نبی اور رسول کہہ رہا ہے۔ پانی پر آفتاب کا عکس پڑتا ہے۔ دیکھنے والے اس کو بھی آفتاب کہہ سکتے ہیں۔ ہاں اس جگہ اگر کوئی کہے کہ اصل تو اصل ہے۔ عکس کو کیا دخل ہے۔ تو یاد رکھو۔ مثلاً سورج کے سامنے ایک کمرہ ہے جس میں دھوپ نہیں آتی۔ اس کے دروازے کے سامنے پانی برتن میں بھر کر رکھ دیں۔ تو سورج کے عکس سے وہ اندھیرا کمرہ روشن ہو جائیگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور میں آپ کا نائب ہوں۔ اس شیشے کا عکس میرے دل کے شیشے پر پڑتا ہے۔ اس لئے میں بھی تمام جہانوں کو روشن کرنے والا ہوں۔ تمام انبیاء کی خوبیاں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی ہیں۔ اور مجھ میں آپ کے نور کا عکس منعکس کیا گیا ہے۔

حضور جب سیر سے واپس تشریف لائے تو خاتم النبیین کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ سیر کے بعد منشی جھنڈے خاں نے بیعت کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ حضور نے کلمہ شہادت پڑھا کر اور شرائط بیعت کہلوا کر اپنے خادموں میں شامل کر لیا۔ میں جو پیچھے بیٹھا ہوا تھا مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا کہ حضور نے جو کلمہ پڑھایا ہے۔ اور میں پیچھے ہٹ کر بیٹھا رہا۔ تو گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے کلمہ کا انکار کیا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اپنے آپ کو بیعت کے لئے پیش کر دیا۔ اور حضور نے میری بیعت بھی قبول فرمائی۔

(۱۷)

دین غرباء کا ہے

ایک دفعہ فرمایا کہ۔ دین عموماً غرباء کا حصہ ہے۔ امیر لوگ بہت سی باتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ پہلے نبیوں کو بھی بہت سے غرباء نے ہی مانا ہے۔ اب بھی دیکھو مثلاً ایک امیر آدمی سفر پر جا رہا ہے۔ راستے میں نماز کا وقت آگیا۔ پانی کا ایک جوہڑ آگیا۔ امیر آدمی خیال کرتا ہے کہ میں اگر نماز پڑھتا ہوں تو میرے کپڑے گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ مگر غریب آدمی کو جہاں نماز کا وقت ہو کپڑا بچھا کر نماز ادا کرے گا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نایاب اور اچھوتی تحریریں

خداوند تعالیٰ کی کتاب کے کیا کام ہیں

انسان کا مقصد انتہائے وہ مرتبہ قصویٰ ہے۔ کہ جس سے انسان اپنی سعادت قصویٰ کو پہنچ جائے اور وہ یہ جو انسان کی تمام لذت اور تمام راحت اور تمام مقصود خدا ہی ہو جائے۔ اور اس کی محبت میں ایسا کھویا جائے کہ اپنے وجود میں کچھ نہ رہے۔ لیکن اس مرتبہ قصویٰ تک پہونچنے کے لئے کئی وسائل ہیں۔ کہ جب تک وہ حاصل نہ ہوں یہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک ان میں سے **تکمیل قوت نظری** ہے اور دوسری انہیں سے **تکمیل قوت عملی** ہے۔

تکمیل قوت نظری سے یہ مراد ہے جو وہ سب وسائل حصول یقین کے انسان کو حاصل ہوں جو خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور احدیت پر یقین کامل پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

تکمیل قوت عملی سے یہ مراد ہے۔ جو ممارست عمل اس حد تک پہنچائی جائے کہ جس سے توجہ الی اللہ ایسا ملکہ تام ہو جائے جو بہت ہی آسانی سے صادر ہو۔

اب جاننا چاہیئے جو اکثر قرآن شریف دو ہی حصہ پر مشتمل ہے۔

ایک **تکمیل قوت نظری** اور ایک **تکمیل قوت عملی**

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی نسبت فرمایا ہے **شفاءٌ لما فی الصدور**۔ یعنی جو جو امراض روحانی انسان کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔ سب کی اس کلام پاک میں دوا موجود ہے۔ اور امراض بہ تفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ شکوک اور شبہات ذات یا صفات باری تعالیٰ کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

۲۔ بعض لوگ خدا کو جانتے تو ہیں کہ ہے۔ مگر اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ راحت عظمےٰ نفسانی لذتوں کو خیال کرتے ہیں۔ پس وہ جذبات نفس سے مغلوب ہو کر حظوظ نفسانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بھی حقیقت میں قوت نظریہ کی غلطی ہے۔ جو راحت حقیقی کی منزلت ان پر منکشف نہیں ہوتی۔

(باقی آئندہ)

قادیان میں چند گھنٹے

لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر پارس کی قلم سے

(۲)

"پارس" کی گذشتہ اشاعت میں مَیں نے بتایا تھا کہ مجھے احمدیوں کے سالانہ جلسہ پر قادیان جانیکا کسطرح اشتیاق پیدا ہوا۔ جب کبھی مسلمان دوستوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا۔ اور وہاں کوئی شخص کسی بات پر اصرار کرتا یا بادلیل گفتگو کرتا تو طنزاً یہ کہا جاتا ہے کہ میر قادیانی ہوگا۔ غرضیکہ احمدیوں کے متعلق غیر احمدیوں میں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم کئی ایسی غلطیاں جڑ پکڑ چکی ہیں جنکے لوگوں کے دلوں سے محو ہونے میں عرصہ لگیگا مجھے احمدی جماعت کے لٹریچر دیکھنے کا ابھی تک موقعہ نہیں ملا اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے مابین جو مذہبی اختلافات ہیں۔ ان میں کونسا فریق راستی یا غلطی پر ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ مجھے اس قسم کا نتیجہ نکالنے سے اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک غیر مسلم کی حیثیت سے مجھے یہ حق ہی نہیں پہنچتا۔ کہ میں انکے خاص مذہبی معاملات پر کوئی رائے زنی کروں۔ لہذا میں سوال کے اس پہلو پر قطعی خاموش رہونگا۔

حضرت مرزا صاحب کی جلسہ میں آمد

پروگرام میں ۲½ بجے سے بعد دوپہر کا وقت حضرت مرزا صاحب کی تقریر کے لئے مقرر تھا میں قریباً دو بجے ہی چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب کے ہمراہ جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ دیگر غیر احمدی اصحاب کے ساتھ میں بھی سٹیج کے نزدیک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وقت مقررہ پر جب حضرت مرزا صاحب صدر دروازہ سے جلسہ گاہ میں داخل ہوئے۔ تو پنڈال اللہ اکبر اور حضرت مرزا صاحب زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ (حاضرین کو جب مرزا صاحب زندہ باد کا نعرہ لگانا ہوتا تھا تو وہ غالباً فضلِ عمر زندہ باد یا اسی قسم کا کوئی نعرہ لگاتے تھے مجھے اصل الفاظ یاد نہیں رہے) اور حاضرین سب کھڑے ہوگئے سٹیج پر ایک معمولی میز کے پاس صرف ایک کرسی رکھی تھی جسپر مرزا صاحب تشریف فرما تھے باقی سب لوگ حتٰی کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے کامرس ممبر سر ظفر اللہ خانصاحب اور میرے عزیز دوست شیخ اعجاز احمد صاحب کمرشل سب جج دہلی بھی فرش پر ہی بیٹھے تھے۔ البتہ سٹیج کے پچھلی طرف ایک کونے میں ایک آرام کرسی ضرور پڑی تھی۔ جس پر ایک بوڑھا اور بیمار احمدی جو غالباً کوئی ریٹائرڈ سشن جج تھا بیٹھا ہوا تھا (حضرت نواب محمد علی خانصاحب تھے) مرزا صاحب کی پشت پر چوہدری اسد اللہ خاں چیرمین میونسپل کمیٹی قادیان؟ اور ایک اور صاحب فوجی وردی میں ملبوس تلواریں ہاتھوں میں لئے گھٹنوں بطور باڈی گارڈوں کے کھڑے رہے۔ اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے مرزا صاحب کچھ اعلانات کرتے رہے۔ اسی اثنا میں ایک صاحب نے نہایت خوش الحانی سے مرزا صاحب کے چند اشعار پڑھے بہت اثر رکھتے تھے اور جن کے متعلق اعلان کیا گیا کہ جلسہ پر تشریف آوری سے تھوڑی دیر پہلے انہوں نے فرمائے تھے۔ اور مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب شاعر بھی ہیں مرزا صاحب کا قد درمیانہ۔ چہرے کی بناوٹ مناسب۔ لمبی اسلامی ڈاڑھی۔ سر بڑا۔ آنکھوں میں کشش اور شرافت۔ مونچھیں شرعی طبیعت میں متانت اور سنجیدگی۔ گفتگو میں انکسار مطالعہ بہت وسیع۔ پرانی وضع کی قدرے بڑی اور سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ لباس میں بالکل سادگی۔ شلوار کیسا تھ انگریزی طرز کا ڈھیلا کوٹ پہنتے ہیں۔ مگر واسکٹ لازمی۔ چنانچہ پانچ ہزار کے اس پتلے کو ہزارہا لوگ جنمیں بعض صاحب ثروت و اقتدار اور بڑے بڑے تعلیمیافتہ لوگ بھی شامل ہیں "سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور انہیں حضور

کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ انکا رعب اسقدر غالب ہے کہ کسی احمدی کو جرأت نہیں کہ آنکھ اٹھا کر انکی طرف دیکھ سکے لیکن انکے اس رعب میں جبر کی جگہ محبت کا غلبہ ہے یہی باعث ہے کہ انکی جماعت کا ہر فرد انکی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو بمنزلہ حکم کے مانتا ہے۔ مرزا صاحب کی طبیعت میں مذاق بھی ہے۔ چنانچہ دورانِ تقریر میں جب اطلاع آئی کہ ایک گیارہ بارہ سالہ بچہ باہر کھڑا ہوا اس وجہ سے رو رہا ہے کہ اسکا باپ کہیں کھو گیا ہے۔ تو انہوں نے حضرت محمد صاحب کے عہد کا ایک واقعہ بیان کیا۔ جبکہ حضرت علیؓ نے قریباً گیارہ سال کی عمر میں ہی کسی بہادری کے کام پر مستعدی کا اظہار کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ کے گیارہ سال کے بچہ کا تصور کرو کہ جو مصیبت کو لبیک کہنے کیلئے بیقرار تھا اور آج کے گیارہ سالہ مسلمان بچے کو بھی دیکھو کہ باپ سے الگ ہو جانے کے باعث رو رہا ہے۔ اس پر جلسہ گاہ میں خوب قہقہہ لگا۔

مرزا صاحب کی طویل تقریر

مَیں اپنے عزیز ترین مرحوم دوست میر انعام اللہ شاد ایڈیٹر دورِ جدید لاہور سے اکثر سنا کرتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تقریریں جہاں غیر معمولی طویل ہوتی ہیں وہاں مطالب اور اثر کے لحاظ سے بہت مفید ہوتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ جلسہ کے موقعہ پر میں نے

> **آئندہ اشاعتوں میں**
>
> (۱) مسلم لیگ اور کانگرس میں شمولیت کا مسئلہ
> (۲) احمدیوں کی خلیفہ صاحب کی ذات سے عقیدت
> (۳) احمدیوں کو سینما دیکھنے کی ممانعت
> (۴) احمدیوں کو عدالتوں میں نہ جانے اور پنچائتیں قائم کرنیکی تلقین۔
> (۵) بیکار نوجوانوں کو خلیفہ صاحب کا حکم۔
> (۶) خلیفہ صاحب جماعت کے خزانہ سے ایک پیسہ تک نہیں لیتے
> (۷) ۹۵ فیصدی احمدیوں کا حقہ اور سیگرٹ سے پرہیز

خود محسوس کیا کہ میرے دوست کا بیان مبالغہ سے بالکل مبرّا تھا۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ۲½ بجے بعد دوپہر کو شروع ہوکر اُن کی تقریر ۸½ بجے رات کو ختم ہوئی۔ اور کامل پانچ گھنٹے تک مسلسل تقریر جاری رکھنے کے باوجود نہ انہیں کوئی تکان محسوس ہوئی۔ نہ وہ نفس مضمون سے ادھر ادھر ہوئے۔ اور نہ ہی انکی آواز میں کوئی فرق آیا۔ البتہ دورانِ تقریر میں وہ تھوڑا تھوڑا پانی پیتے رہے۔ جیسا کہ پنڈت جواہر لال جی نہرو صدر انڈین نیشنل کانگرس اپنی تقریر کے دوران میں کبھی کبھی گرم پانی کے دو چار گھونٹ پینے کے عادی ہیں۔ پنڈت جی کا پرائیویٹ سیکرٹری جلسہ کے موقعہ پر گرم پانی کی بوتل دتھرماس اپنے پاس لئے ہوتا ہے پورے ساڑھے تین بجے مرزا صاحب نے اپنی تقریر شروع کی۔ آغاز میں انہوں نے ایرین۔ رومی۔ ترکی اور دیگر قدیم اقوام کی تاریخی اہمیت کا تذکرہ کیا۔ درمیان میں وہ حضرت محمد صاحب کی پاک زندگی کے حالات بیان فرماتے رہے۔ اور آخر میں انہوں نے اپنی جماعت کے ترقی کے ذرائع اور وسائل کو اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ شروع سے آخر تک مضمون کے تسلسل میں قطعی کوئی فرق نہ آیا۔ تقریر ایسی جامع دلچسپ اور پر اثر تھی کہ میرے جیسے غیر احمدی کو بھی تقریر کو درمیان میں چھوڑ کر باہر چلے جانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور میں کامل پانچ گھنٹے تک ہمہ تن گوش بیٹھا ہوا غور سے تقریر کو سنتا رہا۔ تقریر کے خاتمہ پر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اس کے نوٹ نہ لئے۔ اور نہ ہی ابھی تک وہ تقریر خود الفضل یا کسی دوسرے اخبار میں ہی شائع ہوئی ہے اس لئے میں انکی تفاصیل پر بحث کرنے سے معذور ہوں۔

مرزا صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں دو دفعہ یہ اظہار کرنے کی ضرورت محسوس کی کہ "آج کی تقریر ایک قسم کی تمہید ہے اس مضمون کی جس پر میں کئی دن تک مسلسل بول سکتا ہوں" اور درحقیقت ان کا یہ ارشاد بجا تھا۔ کیونکہ تقریر کے اختتام پر میں نے خود دیکھ لیا کہ انہوں نے تقریر کے مضمون کو ایسی اٹھان سے شروع کیا کہ جس کی تکمیل . . . بلند خیال کی محتاج ہے۔ بہر حال انہوں نے ۵ گھنٹوں میں بہت کچھ کہا۔ انہوں نے تقریر میں ایسے ایسے تاریخی اور مذہبی کتب کے حوالے دیئے کہ جن سے ان کے وسیع مطالعہ کا اظہار ہوتا ہے۔ جب میں نے اس کے تعجب کا اظہار کیا۔ تو چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب کی یہ تقریر صرف ایک دن کی تیاری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ انہیں ملاقاتوں اور دیگر انتظامیہ معاملات کی دیکھ بھال سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ اور اس تقریر کی تیاری کے دوران میں بھی وہ ضروری امور پر توجہ مبذول کرتے رہے۔

میں سنا کرتا تھا کہ احمدی غیر احمدیوں اور خصوصاً ہندوؤں کے بزرگوں کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتے لیکن مرزا صاحب کی تقریر کے موقعہ پر میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ یہ تھا۔ کہ احمدی دوسرے بزرگوں کا نام نہایت ادب و احترام سے لیتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں ہندو اوتاروں اور بزرگوں کا جہاں کہیں بھی ذکر کیا۔ نہایت عزت اور ادب سے کیا۔ بلکہ مجھے بتایا گیا کہ احمدیوں کا یہ اصول ہے کہ وہ دوسروں کے بزرگوں کا ویسے ہی احترام کریں جیسے کہ اپنے بزرگوں کا کرتے ہیں۔ تمام ضروری مسائل پر انہوں نے ایسی خوبصورتی اور دلائل سے بحث کی کہ مخالفانہ زاویہ نگاہ سے غور کرنے کے باوجود کم از کم مجھے ان کی تقریر میں کوئی خامی یا قابل اعتراض چیز نظر نہ آئی۔ مذہبی یا پولیٹیکل معاملات کے متعلق اختلاف ضرور ہو سکتا ہے۔ مگر اپنے اختلافات کو انہوں نے جس عمدہ طریق سے بیان کیا۔ وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔

مرزا صاحب کی تقریر میں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اوّل اپنی جماعت کی ترقی اور اصلاح کا مسئلہ۔ دوئم۔ کانگرس یا مسلم لیگ میں شمولیت کا مسئلہ۔ اپنی جماعت کی اصلاح و بہبود کے مسئلہ پر وضاحت سے انہوں نے روشنی ڈالی۔ اس سلسلہ میں ایک مقام پر ان کی تقریر میں غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا۔ جبکہ انہوں نے احمدی حاضرین جلسہ پر نہایت زور دار الفاظ میں یہ واضح کیا کہ وہ شرع محمدی کی رو سے اپنی لڑکیوں کو بھی جائیداد میں سے حصہ دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ میری جماعت آج یہ فیصلہ کرکے اُٹھے کہ اس کا ہر فرد اس پر کاربند ہوگا کہ لڑکیوں کو جائیداد میں سے برابر حصہ دیا جائے گا" انہوں نے مزید فرمایا کہ جو لوگ اس کے حق میں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ انکو آج کے فیصلہ پر مضبوطی سے قائم رہنا ہوگا۔ اسلام جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر جماعت کی اصلاح کے لئے مجھے اگر سختی بھی کرنی پڑی تو کی جائیگی۔ اور وہ یہ کہ اگر کبھی یہ ثابت ہوگیا کہ کسی احمدی نے لڑکیوں کا حق نہیں دیا تو اس کے خلاف سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔ کل کو میں یہ نہیں سنوں گا کہ جلسہ میں کسی کا باپ موجود نہیں تھا یا کسی کا بھائی نہیں تھا" چنانچہ اس ارشاد کے بعد پچیس ہزار کا مجمع اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور انہوں نے یک زبان ہوکر کہا۔ کہ "حضور ہم اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو جائیدادوں میں سے برابر حصہ دیں گے"

(باقی آئندہ)

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

موصل سے نصیبین تک

(قسط ۵)

نصیبین سے جانے کی وجہ

ممکن ہے کہ بہت سے احباب حیران ہوں کہ نصیبین کونسی جگہ ہے۔ اور وہاں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ یہ مقام بغداد۔ دمشق وغیرہ کی طرح سے کوئی مشہور مقام نہیں ہے۔ اور عوام الناس اس کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اس لئے ایسا سوال طبعاً اور فطرتاً پیدا ہو جاتا ہے اس لئے میں وہاں جانے کی وجہ بتلا دینی ضروری خیال کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشا تھا کہ وہ ایک وفد نصیبین کو روانہ کریں۔ یہ وفد دراصل ایک علمی وفد تھا جس کی غرض یہ تھی کہ وہ آثار قدیمہ اور ان کے علماء سے مل کر یہ سراغ لگائیں کہ حضرت مسیح ناصری کا گذر ہندوستان آنے کے لئے اسی راستے سے ہوا تھا۔ تاکہ جہاں حضرت مسیح کے ہندوستان کے اور آثار پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے صلیب سے بچ جانے کا پتہ قرآن کریم اور انجیل سے ملتا ہے وہاں اگر آثار قدیمہ سے مزید نشان مل جائے۔ تو مسیحی مذہب مذہب کے لئے ناقابل تردید حجت ہوں گے

حضرت مسیح کا وجود آج دنیا کے لئے بہت سی مشکلات کا باعث بن چکا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ یہود منہ پر طمانچے مارتے تھے اور پکڑ کر گھسیٹتے تھے۔ یا اب یہ حالت ہے کہ ایک قوم کروڑوں روپیہ بہا رہی ہے۔ کہ دنیا سے مسیح کی خدائی منوائی جائے۔ اور اس مردم پرستی کے پھیلانے کے لئے سینکڑوں نہیں ہزاروں مرد اور عورتیں اپنا سارا وقت قربان کر رہے ہیں۔ پس اس دنیا میں ایک طرف بدیوں اور بدکاریوں کی ایک تیز رو بہ رہی ہے۔ اور دوسری طرف اس حقیقی خدا کا چہرہ مردم پرستی کے تیرہ و تار بادلوں میں چھپایا جا رہا ہے۔ اس لئے سخت ضرورت تھی کہ اللہ تعالےٰ اپنے منور چہرے کو دنیا میں پھر ظاہر کرے۔

پس اس نے مسیح کے نام سے ایک اور شخص کو قادیان کی گمنام بستی میں کھڑا کیا۔ تاکہ وہ تبلائے کہ وہ انسان جسے غلطی سے خدا بنا لیا گیا ہے۔ وہ ہماری طرح ایک انسان تھا۔ اور کشمیر کی وادی میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ اور اس طرح اس انسان پرستی کا خاتمہ کر دے۔

اور اپنے وجود سے یہ ثابت کر دے کہ مقام مسیحیت کسی کی ملک نہیں۔ وہ خدا کی دین ہے جس کو چاہے دیدے ؎

خدا کے دینے کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔

پس ناحق اس کی انتظار نہ کرو جو زمین کی گود میں سو رہا ہے۔ اور موت کا مقدر رہا تھا اس کے ساتھ وہی کر چکا ہے۔ جو اس سے پہلوں سے کرتا رہا ہے۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ پس دوسرے مسیح کی آمد پہلے مسیح کی موت کا اعلان ہے۔ اور پہلے مسیح کی موت خدا کے روشن چہرے کا اظہار ہے۔

پس دوسرے مسیح نے جہاں بیشمار عقلی اور نقلی دلائل پہلے مسیح کی موت کے پیش کئے وہاں آپ نے یہ بھی چاہا کہ ان آثار قدیمہ کا سراغ لگایا جائے۔ جو زمین کی تہ میں محفوظ ہیں بے شک ایک دن آئے گا کہ زمین سے ایسے نشان ملیں گے کہ جو پکاریں گے کہ مسیحیت کا قصر ریت پر تھا۔ اور اب باد مخالف کے جھونکوں سے گرا جاتا ہے۔

پس ضرورت ہے کہ ان نشانوں کو ڈھونڈا جائے اور ان نشانوں کی تلاش نصیبین کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ مسیح ہندوستان میں اس راستے سے آئے تھے۔

آج

واقعہ صلیب کو اس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ کچھ کا کچھ بن رہا ہے۔ حالانکہ توریت والے اس موت کا نام لعنتی موت رکھتے رہے۔ مگر آج اس کی جو تشریح کی جا رہی ہے۔ اس سے انسانی دماغ کی داد دینی پڑتی ہے ۱۹ سو سال کے بعد خدا نے ایک اور مسیح کو کھڑا کیا جس نے تبلایا کہ میرا پیش رو نہ کاٹھ پر مارا گیا۔ اور نہ لعنتی ہوا۔ وہ اس واقعہ سے قبل دعائیں کرتا رہا۔ اور غمگین تھا۔ اور روتا رہا اور بار بار خدا کے سامنے جھک کر کہتا تھا کہ میرے رب مجھے مت چھوڑ۔ پس خدا نے اس کی دعائیں سنیں۔ اور زندہ صلیب سے اتارا۔ چند دن کے بعد جب وہ سفر کرنے کے قابل ہوا۔ تو اس نے یروشلم کی اس بستی کو جو انبیاء کے قتل پر تلی ہوئی تھی چھوڑ دیا۔ اور ہجرت کی اور کہہ دیا کہ نبی اپنے ملک میں نہیں پہچانا جاتا۔ اس نے دوسری بھیڑوں کی طرف رخ کیا۔ جو بھیڑیوں کے ڈر سے ہندوستان اور افغانستان کے دور دراز ملکوں میں بھاگ گئیں تھیں۔ اور ریوڑ سے الگ ہو گئیں تھیں۔ پس چرواہے نے ان کو جمع کرنا چاہا۔ اور کہا کہ میں ان کو جانتا ہوں اور وہ میری آواز کو سنتی ہیں۔ پس مسیح ان کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور قبل اس کے کہ ہند میں داخل ہو اس کا گذر نصیبین کے میدان میں سے ہوا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چاہا کہ ان نشانوں کو ڈھونڈا جائے جو کسی گزرنے والے کے پار سے لگ گئے ہوں

اس غرض کے لئے آپ نے ایک وفد تیار کیا تھا۔ کہ وہ اس راستے کی تحقیق کرے۔ مگر خدا کے علوم میں اس وفد کا نہ جانا مقدر تھا۔ پس وہ وفد نہ جا سکا اور بات رہ گئی۔

مجھے یہ فخر کیسے ملا!

میرے والد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایک ایسے بزرگ ہیں۔ جن کو ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔ اور خدا کا جلال ظاہر ہو۔ اگرچہ اس کے لئے کتنی بڑی قربانی کرنی پڑے۔ میں نے دیکھا۔ اور مجھ سے بڑھ کر انکے قریب سے کون دیکھ سکتا ہے کہ ان کا دل سلسلہ کے درد سے بھرا ہوا ہے۔ اور کبھی کبھی ان کی آنکھوں سے بات کرتے ہوئے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

یہی تڑپ نصیبین کے متعلق ان کے اندر کام کرتی رہی اور میں کبھی کبھی ان کے جوش کو دیکھا کرتا تھا۔ کہ وہ کس طرح پھوٹ رہا ہے۔ مگر وہ کچھ کر نہ سکتے تھے۔ میں جب اس سفر کے لئے جانے لگا۔ تو آپ نے مجھے نصیبین کے راستے سے جانے کی ہدایت کی۔ اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس مقام پر پہلے جو شخص جائے وہ میرا ہی لڑکا ہو تو کیسی خوشی ہو۔ پس تم مصر کو اسی راستے سے جاؤ۔ یک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے۔ مصر بھی جانا ہو جائیگا۔ اور خدا کے مسیح کی بات بھی پوری ہو جائے گی۔ اگرچہ جو کام میں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑا سرمایہ چاہتا ہے اور جو میرے پاس ہے وہ بہت کم۔ مگر انہوں نے خدا پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دی۔ اور مجھے اور میرے بھائی ابراہیم کو روانہ کیا۔ پس اسطرح سے یہ تحریک ہوئی۔ اور یہ فخر میرے حصے میں آیا۔ اگرچہ اس راستے سے کئی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ مگر خدا نے منزل مقصود پر پہنچا دیا۔

نصیبین کہاں ہے

عراق کی سرحد کے قریب سے ایک طرف سے ایران کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف شام کا۔ بیچ میں ترکی حدود آجاتی ہیں۔ آجکل نصیبین ترکی حدود میں واقع ہے۔ ان حدود کو واضح کرنے کے لئے ایک نقشہ دے دیتا ہوں۔

نصیبین (حدود ترکی)
حدود شام قامش لی
تبریز
حد عراق
موصل
حدود ایران
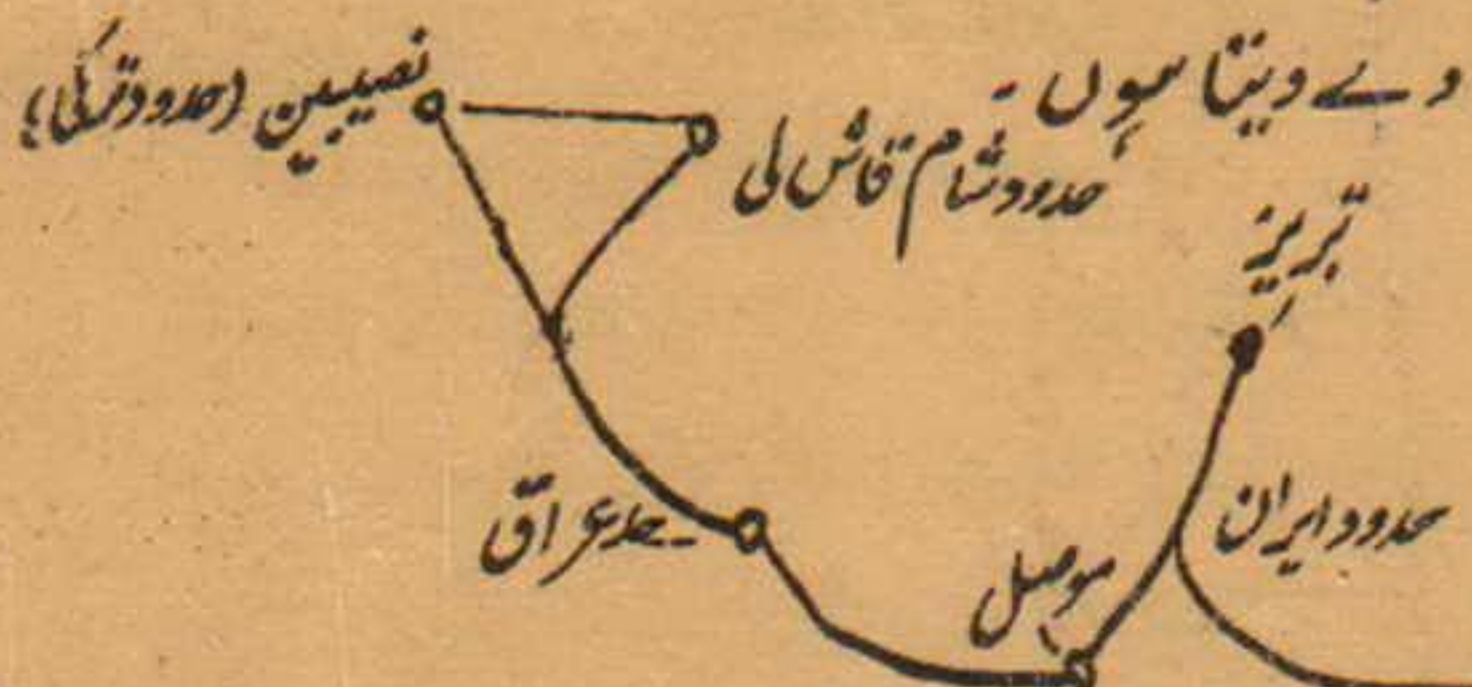
میں چونکہ نقشہ نویس نہیں ہوں۔ اس لئے میری غرض یہاں نقشہ بنانا نہیں بلکہ صرف حدود دکھانے ہیں۔

قرآن کریم میں نصیبین کا ذکر

نصیبین ایک بہت پرانا قصبہ چلا آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں وہاں کے لوگ بہت مال دار اور متمدن تھے

قصبہ کی پرانی عمارتیں اس امر پر مکمل بشارت ہیں۔ اس قصبہ کا ذکر قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ جیسے فرمایا قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا۔

یہاں جن بڑے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ نصیبین کے بسنے والے تھے۔ پس اس سے اسقدر ثابت ہوگیا کہ ایک بستی آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا میں موجود تھی۔ اور اس کا نام نصیبین تھا۔ لیکن صرف یہ ثابت ہو جانے سے ہمارا کام نہیں بنتا۔ کیونکہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ قصبہ اس سے قبل بھی حضرت مسیح کے زمانے میں موجود تھا۔ اسوقت تک نصیبین اس سفر کا نقطہ مرکزیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سو اس امر کے لئے ایک دلیل یہ ہے۔ کہ جیسے انسان اور دنیا کی ہر ایک چیز ایک ابتدائی حالت سے ترقی کر کے ایک مکمل حالت تک پہنچنے میں وقت صرف کرتی ہے۔ اسی طرح تمدن انسانی کے لئے بھی دور ہوتے ہیں۔ اور وہ کئی سو سال کے بعد اپنے عروج کو پہنچتا ہے۔ پس کسی قصبہ کے بننے کے ساتھ اس کا اپنے عروج کو پہنچ جانا درست نہیں ہو سکتا۔ اور حضور صلعم جس زمانے میں ہم بحث کر رہے ہیں۔ وہ زمانہ آج کی طرح سے تمام قسم کے وسائل راحت اور مواصلات سے خالی تھا۔ اس لئے نصیبین کے لوگوں کا اس حالت تک پہنچنے کے لئے کہ وہ جن کہلا سکیں کچھ مدت کا وقفہ درکار ہونا نہایت ضروری ہے۔ جیسے انسان کی ترقی سالوں میں ہوتی ہے۔ ایسے قوم کا بننا اور شہروں کی ترقیات صدیاں لے لیتی ہیں۔ اس لئے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اوپر کئی سو سال جانا پڑے گا۔ اور ماننا پڑے گا۔ کہ کئی صدی پیشتر سے یہ قصبہ آباد تھا۔ اور اگر یہ کہہ لیا جائے کہ ۶۰۰ سو سال پیشتر یعنی حضرت مسیح کے زمانے سے آباد تھا۔ تو میرے نزدیک کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ لیکن مخالف اگر اس اصل کو تسلیم بھی کرے۔ تو بھی اسے حضرت مسیح کے زمانے تک اس کی قدامت لانے میں تامل ہوگا۔ اس لئے اس امر کو کلی طور پر ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ کوئی ایسی دلیل پیش کی جائے۔ جو نصیبین کی عمر کو حضرت مسیح سے پیشتر تک لے جائے۔

نصیبین کی قدامت آثار قدیمہ سے

پس خدا تعالےٰ کی حمد اور شکر ہے۔ کہ جس نے ایک ایسی زبردست دلیل پیدا کر دی ہے۔ جس کا توڑنا ناممکن ہوگیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عراق میں بہت سے مقامات ایسے ہیں۔ جو آثار قدیمہ پر ہیں۔ ایران آشوری کلدان حکومتوں کے کھنڈرات زمین میں اب تک موجود ہیں۔ اور یورپ کے ماہرین علم الآثار ان کو کھود کر زمین کے مخفی علوم نکال رہے ہیں۔ انہی مقامات میں سے اُر ایک جگہ ہے۔ جو بصرے اور بغداد کے درمیان ہے۔ اُر میں لنڈن کے میوزیم کی طرف سے ایک جماعت ماہرین علم الآثار کی کام کر رہی ہے۔ اس جماعت کے انچارج نے ہم کو تبلایا کہ ایسے آثار برآمد ہوئے جن سے یہ پتہ چلا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس وقت یہی مقام بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا اس جگہ سے جب وہ مصر کی طرف گئے ہیں۔ تو نصیبین کے راستے سے گئے ہیں۔ گویا ان کے سفر کا نقشہ یوں تھا۔

یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ بغداد سے کس راستے سے گئے۔ کیونکہ اسوقت دو راستے موجود ہیں۔ مگر غالب یہ ہے کہ وہ کرکوک کے راستے گئے ہوں گے جو زیادہ آباد راستہ ہے بہرحال آثار قدیمہ جو اُر سے مل رہے ہیں۔ وہاں سے پرانے حجری وثیقے اس امر کی شہادت دیتے ہوئے ملے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم نصیبین کے راستے مصر کی طرف چلے گئے۔ پس اس تاریخی ثبوت نے نصیبین کی عمر کو حضرت ابراہیم کے زمانے سے بھی آگے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اب اس امر پر بحث نہیں رہ سکتی کہ نصیبین کا قصبہ تو حضرت مسیح کے زمانے میں تھا ہی نہیں پھر وہ وہاں سے کیسے گذرے ہوں گے۔

نصیبین ہی نقطہ اتصال ہوسکتا ہے

ان مقامات کی سیر کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ نصیبین ایک ایسا مرکز ہے جو ہر آنے اور جانے والے کے لئے نقطہ اتصال ہے۔ جب ہم نقشے میں غور سے دیکھتے ہیں۔ تو دیار بکر طرف سے عراق کی طرف آنے کے لئے اور موصل سے شام میں جانے کے لئے۔ ایران سے شام کی طرف جانے کے لئے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔ ہاں اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ شام سے عراق آنے کے لئے صحرا کا راستہ بھی ہے۔ پس صحرا کے راستے کے متعلق یہ جان لینا چاہیئے

صحرا کا راستہ کہ صحرا میں سے گذر کر انسان بغداد آسکتا ہے۔ اور بغداد موصل سے ۲۰۰ میل نیچے کی طرف ہے۔ پس ایک شخص اگر صحرا کو عبور کر کے بغداد آئے تو پھر اسکو دو سو میل سے زائد اوپر کی طرف جانا پڑیگا۔ ورنہ سمندر کا سفر اختیار کرنا ہوگا۔ لیکن یہ بھی تب کہ جس زمانے کے متعلق ہم بحث کر رہے ہیں۔ اس زمانے میں کوئی شخص صحرا کو عبور کر کے آتا۔ یہ خیال اس عقلمند انسان کے دماغ میں آج سے ۱۹ سو سال قبل آنا تو ایک طرف رہا آج ۱۹ سو سال بعد بھی نہیں آسکتا۔ کہ کوئی انسان یا قافلہ اس صحرا میں سے جو پانچ سو میل سے زائد ہے جس میں نہ پینے کے لئے پانی ہے۔ اور نہ کھانے کے لئے دانہ میسر ہے۔ اکیلا یا دو تین آدمیوں کی جماعت سے سفر کر سکتا تھا۔ یا کر سکتا ہے۔ پس جبکہ یہ آج بھی ممکن نہیں۔ تو اس کا خیال ہی لانا فضول ہے۔ پھر نیچے سے اوپر جانا ایک بیکار بات ہے۔ جتنی دیر میں دمشق سے انسان صحرا عبور کرے گا۔ اتنی دیر میں قرس سے چلکر انسان حدود ایران میں داخل ہو جائے گا۔ پس اقرب طریق یہی ہے۔

ہندوستانی سیاح ہندوستان کے درویش یا زائرین بڑے منچلے ہیں۔ وہ بڑی بڑی مشقتیں اٹھا کر ان ممالک کی زیارتوں کے لئے آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر سے ہم نے دریافت کیا۔ کہ تم کس راستے سے آئے ہو۔ تو ان میں جسقدر پیدل سفر کرنے والے لوگ تھے۔ انہوں نے مجھ کو تبلایا کہ وہ ہندوستان سے ایران کے راستہ سے ہوتے ہوئے موصل سے گزر کر نصیبین کے راستے سے شام میں داخل ہوئے۔ اور جو پہلے عراق کی زیارتیں کرنا چاہتے تھے وہ موصل سے نیچے کی طرف چلے گئے اس کے لئے ہم نے بہت سے درویش سے دریافت کیا جو ان ملکوں میں مجھ کو ملے۔ انہوں نے تبلایا کہ اس سے بہتر راستہ اور کوئی نہیں۔ اور یہی قدیم سے راستہ چلا آتا ہے۔

پس ہندوستانی درویشوں کی شہادت ایک زبردست شہادت ہے کہ یہی قدیم کا ایک راستہ ہے۔ اور لوگ اسی راستے سے اب تک آتے ہیں۔ کیونکہ اس راستے میں جگہ بجگہ آبادیاں ہیں۔ پانی ملتا ہے۔ بھیڑوں بکریوں کے چرواہے اپنے ریوڑوں سمیت خیمے ڈالے پڑے ہیں۔ اور تھکے ماندے انسان کے لئے انسان کی شکل بھی سہارا ہو جاتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ آبادیوں اور بستیوں کو پاتا چلا جائے

ہوائی راستہ جن لوگوں نے ہوائی کمپنیوں کے نقشے کو دیکھا۔ جو عراق ایران مصر وغیرہ کے درمیان سفر کر رہی ہیں۔ انہوں دیکھا ہوگا۔ کہ اس نقشے میں نصیبین کو ایک اہم ہوائی مرکزی جگہ میں دکھایا گیا ہے۔ اور اس نقشہ سے عراق۔ شام۔ ایران وغیرہ کی حدود کی وضاحت اور بھی عمدگی سے ہوتی ہے۔

قامش لی اور نصیبین یہاں ایک دھوکہ اور لگ سکتا ہے کہ نصیبین کے مقابلے میں قامش لی بھی ایک جگہ ہے اور اسکو کیوں اہمیت نہ دی جائے۔ اسکے لئے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ قامش لی ایک جدید قصبہ ہے جو فرنچ حکومت نے آباد کیا ہے مہاجرین ارمن کیلئے۔ کیونکہ نصیبین کے قریب یہ حصہ فرنچ کی تقسیم میں جنگ عظیم کے بعد آگیا تھا۔ اور یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ادھر انکو کے لئے ایک بستی کی ضرورت تھی۔ اس لئے یہ بستی آباد کی گئی۔ اس لئے اس بستی کو نہ اہمیت ہے اور نہ کوئی تاریخی مقام ہے نہ قدیم ہی ہے۔ اگر جنگ کی تقسیم میں یہ جگہ فرنچ کے حصے میں بھی ضرورت نہ آتی تو شاید یہاں کوئی بستی بنتی ہی نہ۔ اس لئے یہ جگہ زیر بحث کیسے آسکتی ہے۔ اس لئے میں اس کے ذکر کو نظر انداز کرتا ہوں (باقی آئندہ)

وصیتیں

نمبر ۹۷۷

منکہ عابد علی ولد شیخ اصغر علی صاحب قوم شیخ پیشہ وقف زندگی۔ تحریک جدید عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن دار الفضل قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ البتہ میری آمد پندرہ روپے ماہوار ہے۔ جو کہ بطور الاؤنس دفتر تحریک جدید کی طرف سے ملتے ہیں۔ میں اس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں جو کہ تا زندگی ادا کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر میری اور کوئی جائیداد خواہ زندگی میں ہو یا میرے مرنے کے بعد۔ تو اسکی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ شیخ عابد علی کارکن تحریک جدید

گواہ شد:۔ فضل احمد منیجر تحریک جدید

گواہ شد:۔ عبد الرحمن انور انچارج تحریک جدید۔

نمبر ۹۱۵

منکہ امۃ الحفیظ بنت سید غلام محمد صاحب قوم سید عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۸ جولائی ۱۹۳۷ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت موجودہ جائیداد یکصد روپیہ کی جائیداد مشین اور تین صد روپیہ مہر بصورت زیور میرے پاس ہے۔ اس میں سے ۱/۱۰ حصہ جو ۔ روپے ہوتے ہیں اپنی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اگر اس سے میری جائیداد بڑھ جائے تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ کڑے ۸ تولہ ۲۷۰ روپے، ڈنڈی جھمکی ۵ ڈیڑھ تولہ۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں جمع کرا کر رسید حاصل کر لوں۔ تو وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائے گا۔ اور میرے مرنے کے وقت جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ امۃ الحفیظ زوجہ مرزا محمد حسین صاحب احمدی محلہ دار الرحمت

گواہ شد:۔ سید نیاز محمد بقلم خود برادر موصی۔

گواہ شد:۔ مرزا محمد حسین خاوند موصیہ۔ قادیان۔

نمبر ۹۷۵

منکہ میر محمد ثناء اللہ خان ولد ڈاکٹر احمد خانصاحب قوم میر پیشہ ڈاکٹری عمر ۳۱ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان دار الامان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں اسوقت میری ماہوار آمد ۶۰ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ محمد ثناء اللہ خان احمدی قادیان دار الرحمت۔

گواہ شد:۔ ڈاکٹر احمد خان والد موصی۔

گواہ شد:۔ میر ظفر اللہ خان افریقی احمدی دار الرحمت قادیان

نمبر ۹۷۳

منکہ محمود علی ولد سید صادق علی صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں۔ میری اس وقت ماہوار آمدنی صرف اٹھارہ روپے ماہوار ہے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میں اپنی ماہوار آمدنی میں سے ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔

(۲) اگر میری زندگی میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے وارثوں کی طرف سے مجھ کو ملے گی۔ تو اس کا ۱/۱۰ حصہ میں اپنی زندگی میں ادا کر کے صدر انجمن احمدیہ قادیان سے رسید حاصل کر لوں گا۔

(۳) میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد:۔ سید محمود علی ۳۸/۱/۲۲

گواہ شد:۔ عطاء اللہ ولد بابو الٰہی بخش صاحب مرحوم پوسٹل کلرک میرپور خاص۔

گواہ شد:۔ نیاز محمد انسپکٹر پولیس میرپور خاص سندھ۔

نمبر ۹۷۴

منکہ غلام محمد ولد علی بخش قوم ارائیں پیشہ حال کارکن دار الصناعت عمر ساٹھ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۱۹ء ساکن قادر آباد حال قادیان۔ ڈاکخانہ سیالکا ضلع امرتسر۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

موصی کی جائیداد صرف ایک گھماؤں زمین اور خام مکان رہائشی ہے۔ جس کی قیمت (مکان و زمین) چہار صد روپیہ ملتی ہے۔ اور وہی ایک گھماؤں اراضی دو صد روپیہ میں رہن بھی ہے۔ باقی رہا دو صد روپیہ جس کا دسواں حصہ بندہ وصیت میں دیتا ہے۔ یعنی دو سو روپیہ میں سے بیس روپے ہوتا ہے۔ اور یہ بیس روپے بحساب دو روپے ماہوار خاکسار کی تنخواہ میں سے مجرا دیا جائے۔ حال میں بندہ دار الصناعت قادیان میں محصل کا کام کرتا ہے۔ اور دس روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ سوائے اس کے اگر کوئی اور جائیداد دختریں کے قبضہ میں بعد وصیت کے ہو جانے کے آوے تو اس میں سے بھی صدر انجمن احمدیہ دسویں حصہ کی حقدار ہے۔ اپنی آمد میں سے بھی دسواں حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔

العبد:۔ غلام محمد ریٹائرڈ اوورسیر ملایا ریلوے۔ حال محصل دار الصناعت۔

گواہ شد:۔ محمد شریف ولد غلام محمد موصی

گواہ شد:۔ تاج دین ٹیلر ولد غلام محمد

نمبر ۹۷۲

منکہ گلزار بیگم زوجہ چوہدری اللہ بخش صاحب قوم ککے زئی عمر تاریخ پیدائش ۱۸۹۶ء تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت ایک سلائی کی مشین ہے جس کی قیمت ایک سو روپیہ ہے۔ میرا مہر پانچ صد روپیہ میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اور میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اس چھ صد روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اگر بوقت وفات میری اور کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان حقدار ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو اس کو حصہ وصیت سے منہا سمجھا جائیگا۔ ۳۸/۱/۲۲

العبد:۔ گلزار بیگم بقلم خود

گواہ شد:۔ چوہدری اللہ بخش مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

گواہ شد:۔ عطاء اللہ مولوی فاضل دار الفضل قادیان

بقلم ملک صلاح الدین ایم۔ اے کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری دار الفضل۔

نمبر ۹۶۳

منکہ حاجی نور محمد خان ولد منشی چراغ دین خان قوم ککے زئی پیشہ زمیندارہ عمر قریباً ۷۰ سال تاریخ بیعت بدست حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساکن فیض اللہ چک ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۸/۱/۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔

(۱) اراضی زرعی ۱۴ کنال ۱ مرلہ چاہی ۵ کنال ۱ مرلہ بارانی اول ۱۳ کنال ۱۴ مرلہ بارانی دوم۔ جس کے ۱/۳ حصہ کا میں مالک ہوں۔

(۲) اراضی زرعی ۸ کنال ۱۷ مرلہ بارانی اول جس کے ۱/۳ حصہ کا میں مالک ہوں۔

(۳) اراضی زرعی بالعوض مبلغ ۲۴۶ روپے میں رہن ہے جس میں میرا ۱/۳ حصہ ہے

(۴) مکان مال مویشی قیمتی قریباً ۲ صد روپیہ کا ۱/۳ میرا حصہ ہے

(۵) مکان رہائشی پختہ جو کہ از سر نو قابل تعمیر ہے۔ اس کے ملبہ وغیرہ کی قیمت اندازاً چار سو روپیہ ہے جس میں ۱/۳ حصہ میرا ہے۔ موجودہ قیمت اراضی زرعی اندازاً مندرجہ ذیل ہے چاہی ۲۰۰ روپے فی گھماؤں۔ بارانی اول ماضی ۱۵۰ روپیہ فی گھماؤں بارانی دوم یکصد روپیہ فی گھماؤں۔ مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ اگر میرے مرنے پر اس جائیداد کے علاوہ کوئی اور میری جائیداد ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہٰذا یہ وصیت لکھ دی کہ سند رہے۔

نوٹ:۔ بعض اراضیات زرعی جو میرے لڑکوں کی خرید کردہ میرے نام کاغذات سرکاری میں درج ہیں وہ میری اس وصیت سے مستثنیٰ سمجھی جاویں اگر میں کوئی روپیہ وصیت کردہ جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کروں۔ تو اسقدر روپیہ جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جائے گی۔

العبد:۔ حاجی نور محمد خان موصی بقلم خود

گواہ شد:۔ حافظ نور محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیض اللہ چک۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار الحکم قادیان سے شائع کیا